

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا  
 کروں گا دور اس مہم سے اندھیرا  
 بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی  
 جو ہو گا لیکن محبوب میرا  
 دکھاؤں گا کہ اک عالم کو بھیلا  
 فسیحان الذی اختری الاعادی



خاتم کرم وقت زوکیہ سیدہ پائے محمدیوں بر سر بلند زکریا قلم - (الاسمیع موقود)

بہشت و اراجار جو ہر جمعرات کو قادیان دارالان

# فاروق

ایڈیٹور وی آئی ایم قاسم علی

MUZ 25 MAY 11 AM

از دفتر اخبار فاروق قادیان ضلع گورداسپور درجن ٹرائی پرنٹرز  
 عام چند سالہ

مجموعہ احادیث و روایات اسلامیہ کے منتخب کتب و رسائل  
 شریعت و احکام کی جامعہ کتاب

جلد ۱۲ - یوم پختہ - مورخہ ۲۲ - مئی ۱۹۱۹ء - نمبر ۱۹

## سلسلہ کی خبریں

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی طبیعت اچھی تھی  
 ہائی سکول ماسٹر اللہ خوب ترقی کر رہے تھے۔  
 مدرسہ احمڈیہ میں مولوی فاضل کلاس بھی جاری ہے  
 اسکے ذریعہ مولوی جلال الدین صاحب یکھوانی اور  
 مولوی عبدالسلام صاحب کنگلی مولوی فاضل کے  
 امتحان میں کامیاب ہوئے۔ مبارک باشد۔ منشی نذیر احمد  
 خان صاحب جو انٹرنس پاس ہیں اور منشی عطار محمد صاحب  
 منشی فاضل کے امتحان میں پاس ہوئے۔ انٹرنس کے  
 نتیجہ کا انتظار ہے۔ اب گرمی پڑھتی جاتی  
 ہے۔ رمضان شریف ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانیاں پر چلنے کی  
 توفیق دے۔

## احمدیہ بلڈنگس کے مکینوں کی فوس

چند فتنہ انگیزوں نے جو عوام کی طبائع کو اشتعال  
 دلا کر ایک شورش پیدا کر دی تھی۔ افسوس ہے کہ  
 انجمن اشاعت احمڈیہ بلڈنگس کے سکریٹری مرزا  
 یعقوب بیگ صاحب نے ابتداء میں اس کے خلاف  
 سٹیپ لینے کی بجائے بریڈ لائل کے مغویانہ جلسے میں  
 شمولیت کی اور اس طرح پر اپنے آپ کو اس کا حامی  
 ظاہر کیا۔ حالانکہ ان کے لئے ہرگز ایسا کرنا جائز نہیں  
 تھا۔ اللہ تعالیٰ جس کی نگاہ جند قلب کا ہے پہنچتی ہو  
 وہ خوب جانتا ہے کہ ہم کسی دشمنی و عناد کی بنا پر نہیں  
 بلکہ جو کچھ کہتے ہیں۔ ان تعذبات اخوت کے لحاظ سے  
 ہے۔ جو کسی گزشتہ زمانے میں ہمارے اور ان کے

رہ چکے ہیں۔ کہ ان لوگوں کا قدم جادہ مواب پر  
 نہیں ہے نہ دینی اعتبار سے نہ دنیوی لحاظ سے  
 اور یہ پہلا موقع نہیں کہ ان سے یہ لغزش سرزد ہوئی  
 اس سے پہلے جب کانپور کی مسجد کا معاملہ پیش آیا  
 تو اصحاب پیغام نے خواہ مخواہ سلسلہ کی مذہبی  
 روایات کے خلاف روش اختیار کی۔ اور مولوی  
 محمد علی صاحب نے مری سے چند چھٹیاں پیغام  
 میں شائع کرائیں۔ جن کا لہجہ گورنمنٹ کے لئے  
 ناگوار تھا۔ اور خواجہ صاحب جو صلح و اشتی کے  
 ساتھ تبلیغ سلسلہ کے لئے لندن بھیجے گئے تھے وہ  
 بجائے مذہبی باتوں کے پولٹیکل امور میں پڑ گئے۔  
 اور وزیر انگلستان کو ایک گستاخانہ چھٹی لکھ کر اپنے  
 مذہب کو بدنام کیا۔ گوچر اکٹھ میٹسوں کی واہ واہ  
 حاصل کر لی۔ اس کے بعد اور کئی واقعات ہوئے

لکھتے ہیں کہ بدقسمتی سے خلیفہ اور اختلاف کا مادہ ایک ہی ہے۔ اور دوسری طرف مرزا یعقوب بیگ تھا جس کی قیاس اور پیشگوئی میں فرق نہیں کرتے۔ تیسری طرف مولوی صدر الدین صاحب ہیں کہ وہ ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل نمونہ محمد علی شریعت علی بتاتے ہیں۔ اب چوتھے صاحب مولوی محمد علی امیر قوم کیا فرماتے ہیں۔ کیا یہ ہے کہ اگر میں ہلاک بھی ہو جاؤں تو حق یہی ہے۔ جو میرے دوست کہتے ہیں۔ اب دیگر پیغام صلح تو ہیں معلوم ہی ہیں جو لکھ چکے ہیں کہ:- اس نئے قانون کے رُخ سے ہندوستانیوں کی ہر قسم کی آزادی معرض خطر میں پڑ چکی ہے۔

## حافظ سلیم احمد ایاز آبادی

جب سفر تیرا سوئے ملک عدم ہو جائیگا  
دور تیرے دل سے سارے رخ و غم ہو جائیگا  
قصہ ہے پر درد میرا حال دل ہے پُر اثر  
جو سنیگا داستان باختم نم ہو جائیگا  
حسرت دل اپنی پوری ہوگی اسدن دوستوں  
راہ مولایں مرا جب سر قلم ہو جائیگا  
دین و دنیا میں بھلا ہو گا ترا تجھ سے اگر  
شعر کوئی نعت احمد میں رقم ہو جائیگا  
کیسی ہی مشکل ہو تیرے سامنے ہمت نہ رہا  
سُرخ و دنیا میں تو حق کی قسم ہو جائیگا  
ترک کر دنیا کو حق سے تو لگا بن متقی  
اک جہاں خادم بلا دام و درم ہو جائیگا  
چھوٹی بھلتی رہے گی تاقیامت وہ زمین  
جگہ اے جاں ترافض قدم ہو جائیگا  
ایک پی میں آرزو برائے گی تیری ایاز  
مہربان جب وہ خدا سے ذرا کرم ہو جائیگا

کہ مسلمانوں کے اس مقتدر ہی خواہ اور رہنما کے چند مفید خیالات کو جو بحیثیت خود ایک پیشنگوی سے کم نہیں۔ اور نیچے یہ دستخط منجملہ اور دستخطوں کے موجود ہیں۔

۱۔ یعقوب بیگ آنڈیری سکریٹری احمدیہ انجمن شاعت اسلام

مرزا یعقوب بیگ کو احمدی ہونے کا دعویٰ ہے وہ بزم خود احمدیوں کے ایک گروہ کی صدر انجمن کے سکریٹری ہیں۔ اور اس ذمہ دارانہ پوزیشن میں وہ دستخط کر کے مندرجہ بالا عبارت کی تصدیق کرتے ہیں کہ سرسید مسلمانوں کا رہنما تھا۔ اور اسکے خیالات پیشگوئی سے کم نہیں۔ کیا مرزا یعقوب بیگ صاحب کو معلوم نہیں ہے کہ ان فقرات کا اثر حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کے دعویٰ اور پیشگوئیوں پر کیا پڑتا ہے۔ کیا حضرت مسیح موعود کا یہ دعوے نہیں کہ اس زمانے میں وہی اور صرف وہی مسلمانوں کے رہنما ہیں اور یہ کہ پیشگوئیاں صرف انہی سے خاص ہیں۔ کیا مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی انہوں نے نہیں فرمائی۔ اور اپنی جماعت کو ایسے رستے پر نہیں ڈال دیا جو بالکل نامون اور حوادث سے نامون ہے۔ پھر سرسید کی نسبت جو آپ کی رائے تھی وہ میں دہرا نا نہیں چاہتا۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب جو مسیح موعود کی مجلس میں اس قدر قریب لگا کر بیٹھتے تھے۔ کہ ان کا بیٹھنا بے ادبی کی حد تک پہنچ جاتا تھا۔ اور جو پستل اور نوٹس ہر وقت اپنی پاس رکھتے تھے۔ گو اس کا نتیجہ کبھی ظاہر نہیں ہوا ہرگز بھول نہیں گئے ہونگے۔ ان قیاسی خیالات کو پیشگوئی سے کم نہیں کہنا گویا دوسرے الفاظ میں یہ اعلان کرنا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کو بھی ہم اپنی معنوں میں پیشگوئیاں نہ سمجھیں۔ ایک طرف خواجہ صاحب ہیں کہ مجدد اور مجدد کے ایک ہی معنی ہوتے ہیں۔ اور نصیض کی نسبت

جن کا ذکر کبھی کیا جائے گا۔ چند روز کی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میلاد و وفات میں مولوی صدر الدین صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور نے کچھ یا کہ اس زمانے میں حضرت سرور کائنات کا کامل نمونہ اگر تلاش کرنا ہو۔ تو وہ محمد علی گامریڈ (چھند واڑہ کا نظربند) ہے یہ کس قدر بے ادبی۔ گستاخی کا کلمہ ہے۔ جو مولوی صدر الدین صاحب کی زبان سے نکلا۔ اس ذات قدسی صفات کا کامل نمونہ ایک ایسے شخص کو قرار دینا جو ایک معمولی اسلامی حکم کی تعمیل میں بھی قیل ہو چکا ہو اور اس فرض کو ادا کرنے سے بھی قاصر ہو۔ جو اولیٰ الامر میں منکر میں مرکوز ہے، نہایت ہی قابلِ فتنہ ہے۔ کیا ایک استاد کے جب یہ خیالات ہوں۔ تو طالب علموں پر جو ہر وقت اس کی زیر نگرانی ہے۔ اس کا اثر نہ پڑتا ہو گا۔

پالیٹکس کو چھوڑ کر مذہبی لحاظ سے بھی ایک احمدی ہونے کا مدعی ایسا لفظ زبان پر نہیں لاسکتا اپنے مرشد حضرت مسیح موعود کو بروز اکمل و مظهر اتم نام نہ سے تو انکار ہو۔ اور پولیٹیکل گمراہ شدہ گوں کو تمام جہان کے ہادی و رہنما کا کم از کم استقلال و صبر و استقامت میں کامل نمونہ بنا کر اسلام کو بھی بدنام کیا جائے۔ کیا مولوی صدر الدین صاحب اس کی ذمہ داری فرمائی گئے۔ اور اگر ان کا یہ خیال نہیں اس کی تردید کر دیجئے؟

پھر ان کی احمدیت کا نمونہ دیکھنا ہو تو ایک سال دیکھئے جس کا نام ہے

## سر سید احمد خان کے پولیٹیکل خیالات

اسکے ابتداء میں یہ عبارت مندرج ہے:-

”سر سید احمد خان مغفور ان برگریدہ مسیبتوں میں سے تھے۔ جنہوں نے اپنے ایام زندگی میں احوال و افعال سے اپنی نوع انسان کی خدمت کی۔“

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
مَجْدُ وَلِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ

# فاروق

فادیان دار الامان - ۲۲ مئی ۱۹۱۹ء

## ہماری گورنمنٹ

(نمبر ۲)

گزشتہ نمبر میں ہم نے انصاف کا نام مفہوم لکھا تھا  
اس لئے اس نمبر میں دوبارہ لکھتے ہیں :-

**انصاف کس کو کہتے ہیں** انصاف کے لغوی معنی  
تو نصف نصف یا برابر

برابر سلوک کرنے کے ہیں۔ لیکن اصطلاحی معنی بچنے  
کے لئے نیچے کی کچی ہوئی چیز کو تو نہیں غور کرنا چاہیے  
(الفت) تم اپنے جسم اور اعضاء میں غور کرو۔ مثلاً آنکھ  
سے تم دیکھتے ہو۔ کان سے سنتے ہو۔ ناک سے سونگھتے  
ہو۔ پاؤں سے چلتے ہو۔ علیٰ ہذا دیگر اعضاء کی بناوٹ  
اور مناسبت کے لحاظ سے جو تم مختلف کام اپنے اعضا  
سے لیتے ہو۔ پھر کیا تم کہہ سکتے ہو کہ تم نے جو ان سے  
یکساں اور برابر کا سلوک نہیں کیا یہ انصاف ہے یا  
بے انصافی۔

(ب) اور باوجودیکہ یہ سب اعضاء تمہارے اپنے جسم کا  
ایک حصہ ہیں۔ پاؤں میں تم نے جو تہ پہنایا اور بعض کے  
دائے تم نے مختلف لباس تجویز کئے۔ اور بعض مثلاً  
آنکھ ناک دھن کو سخت سے سخت جاڑے میں بھی  
ننگا رکھا۔ تم نے اپنے اعضاء کے انصاف کا سلوک کیا  
یا بے انصافی کا۔

(۲) ایک سال باپ کے حال میں غور کرو۔ جس کے چند بچے

کچھ بڑے اور لڑکیاں ہیں۔ اور ان حالات کا مشاہدہ  
کم و بیش ہر روز ہم اپنے گھروں میں دیکھتے ہیں چھوٹے  
بچے کو جو شیر خوار ہے۔ ماں دودھ پلاتی ہے اسے گود میں  
لے کر پھرتی ہے۔ باپ بھی اس چھوٹے بچے سے خوب پیار  
کرتا ہے کبھی اسکو کندھوں پر بٹھاتا ہے۔ کبھی اسکو خوش  
کرنے کے واسطے عجیب عجیب حرکات کرتا ہے برخلاف  
اس کے بڑے بچے کو جو مدرسہ میں پڑھتا ہے مدرسہ سے  
میں نہ جانے کے باعث ڈانٹ بتلا دیتے ہیں اور جو بچہ  
سب بچے ایک ہی ماں باپ کے ہیں۔ لیکن ان کی  
خوراک پوشاک میں یکسانیت یا برابر کا سلوک مطلق  
نہیں ہے۔ کیا اس قسم کی ستفاوت باتیں جو ماں باپ  
خود اپنی اولاد سے ان کے مناسب حال و مناسب  
وقت کرتے ہیں تمہارے نزدیک انصاف ہیں یا بے  
انصافی۔ اور انہوں نے ایسا کرنے میں کس بچوں کی نہ  
خوراک برابر اور یکساں ہے نہ لباس نہ لڑکی کی توجہ غور و  
پرداخت کے متعلق یکساں ہے۔ کس کے ساتھ ناجائز  
رعایت کی اور کس سے برا سلوک۔

(۳) کبھی زمیندار کی ملکیت۔ بھینس۔ بیل۔ گائے اور  
بجلیاں مختلف قسم کے جائز ہیں۔ بھینس کو تودہ خوب کٹی  
اور کھلی اھ بنوے جاتا ہے۔ ہٹا تا ہے پانی پلاتا ہے اور  
اس کا دودھ لیتا ہے۔ بیل کو بھی کھلاتا پلاتا ہے۔ مگر اس  
سے بیل کھاڑی کمزور پر چھانے کی مختلف خدمات لیتا ہے  
گائے کو جنگل پر اسے بھیجتا ہے اور کچھ تھوڑا  
بہت نیار بھی لکھ رہا ہوتا ہے۔ اس کا بہت تھوڑا  
دودھ خود لیتا ہے اور باقی اس کے بچے کے واسطے چھوڑ  
دیتا ہے تاکہ گھر کا بیل ہو جاوے۔ اور کچھ درختوں  
چرنے کے واسطے چھوڑ دیتا ہے۔ اور اس کے بعض دفعہ  
بیل کی اور بعض دفعہ بوجھ اٹھانے کی خدمت لیتا ہے اور  
بجلیوں کو جنگل میں جڑی بوٹی اور گھاس پات چرنے کو  
بھیجتا ہے۔ اور ساتھ ہی اپنے بچے کو ان کی حفاظت  
کے واسطے دن بھر ساتھ ساتھ پھرتا ہے۔ کیا اپنی ہی  
ملکیت کے ان تمام جانوروں سے جو اس زمیندار نے  
یکساں برتاؤ نہیں کیا۔ تم کہہ سکتے ہو کہ فلاں کے ساتھ

اس کی ملکیت کا تعلق زیادہ تھا اور فلاں سے کم۔ اور کہ  
ان کا ایسا کرنا بعض کے حق میں بے انصافی اور ناوواب  
رعایت ہے۔

اگرچہ اس قسم کی اور بہت سی صورتیں تمہارے سامنے  
پیش کی جا سکتی ہیں۔ مگر میں خیال کرتا ہوں کہ غور اور سمجھانے  
کے واسطے اسی قدر کافی ہے۔ اور اس میں غور کرنے  
سے تم اس نتیجہ پر پہنچ جاؤ گے۔ کبھی سے اس کے  
مناسب حال سلوک کرنے کا نام انصاف ہے نہ کہ ہر حال  
میں ہر چیز کے ساتھ یکساں اور برابر کا سلوک کرنا۔

بعض لوگ انصاف کا صحیح مفہوم نہ سمجھنے کی وجہ سے  
دوسروں پر نہایت جلد بازی سے بے انصافی کا الزام  
لگانے کے واسطے تیار ہو جاتے ہیں۔ عموماً وہ تم کو ایسے  
کم فہم اور جلد باز لوگوں کی پیروی اور عادات سے بچنا  
چاہیے۔ کچھ ایسے لوگوں کے خیال میں جس چیز کا نام  
انصاف ہے (یعنی ہر سیاہ و سفید سے ہر حال میں یکساں  
اور برابر کا سلوک ہو) اس کا وجود ناممکن ہے۔ مجھ کو اور  
آپ لوگوں کو خدا ایسے بڑے خیالات کے لوگوں کی محبت  
سے بچا دے۔ جو انصاف کا صحیح مفہوم نہ سمجھنے کی وجہ  
سے خود ایک غلطی میں مبتلا اور دوسروں کو غلطی میں  
ڈالنا چاہتے ہیں۔

**قوم کس کو کہتے ہیں** اگر تم انسانی اقوام کی حقیقت  
سمجھنا چاہتے ہو۔ تو ایک

بڑے درخت پر کہ جس کے بہت سے تنے اور پھران تنوں  
میں مختلف شاخیں اور ہر ایک شاخ میں پھل لگے ہوئے  
ہیں۔ غور کرو کہ یہ شاخیں بمنزلہ اقوام کے ہیں اور ان  
کے پھل بمنزلہ افراد کے۔ درخت حقیقت میں سب ایک  
درخت کی شاخیں اور سب کی جڑ بنیاد ایک ہی ہے  
اسی طرح افراد انسانی کے ایک مجموعہ کو ان کی بعض کاربائی  
یا دیگر یکساں خصوصیتوں کے لحاظ سے بغرض تمیز کے کسی  
خاص قوم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ درخت اصل  
ان سب کی ایک ہے۔

چنانچہ ایک بزرگ کا قول ہے کہ  
بنی آدم اعضاء کے یکدیگر بندہ کہ در آفرینش نزدیک جو ہر اند

## زاد بوم یا اپنا دیں کس کو کہتے ہیں

زاد بوم سے مراد وہ جگہ ہے جہاں کوئی پیدا ہوا ہو۔ اگر اس کے اصلی مفہوم کا خیال کیا جائے۔ تو پھر مراد کسی گھر کے ایک کمرے کی دایک بالشت وہ زمین ہو سکتی ہے۔ جہاں کوئی پیدا ہوا ہو۔ مگر لوگ وسیع النظری کو کام میں لا کر اپنی استعداد اور حوصلہ کے موافق محسوس خاص قطعہ زمین کو اپنا زاد بوم سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ اسی وسیع النظری کے خیال پر جو لوگ تمام بنی آدم کے ہمدرد ہیں وہ کل کر اس کو اپنا زاد بوم سمجھتے ہیں عزیز و یاد رکھو کہ اگرچہ محبت قومی و ملی ایک اچھی چیز ہے۔ لیکن اگر تم کو کوئی ایسی تعلیم دیوے کہ جو تمہارے دونوں بعض اقوام عالم یا ملک عالم کے ساتھ نفرت کا بیج بونے والی ہو۔ تو تم یقیناً سمجھو کہ ایسی تعلیم تمہارے حق میں نہ بر قائل ہوگی۔ تم کو ملول الفاظ قوم اور ملک کی محبت کے نام سے دبوکہ کر ست کھاؤ۔ اگر تم خود غور کرو گے۔ تو تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ قوم اور ملک کی محبت سے کیا مراد ہو سکتی ہے۔ یاد رکھو۔ کہ جس طرح ایک سرسبز درخت کے واسطے ضروری ہے کہ اس کی تمام شاخیں ہری بھری اور بار آور ہوں اسی طرح تمام اقوام عالم کی زندگی اور ترقی ضروری ہے۔ کیونکہ ان کے حالات زندگی باہم ایسے مربوط اور پیوستہ ہیں کہ ایک کو دوسرے کے بغیر گزارہ محال ہے جس طرح ایک جاٹ کی خوشحالی اور کام کے واسطے نیاز لوہار۔ چوہدرہ۔ چار وغیرہ اقوام کا ہونا اور ان کی ترقی ضروری ہے۔ ویسی ہی ان اقوام کے واسطے جاٹ کا وجود لازمی ہے۔ قومی ترقی سے تمام اقوام عالم کی ترقی اور ملکی ترقی سے تمام ممالک عالم کی ترقی مراد ہونی چاہیئے۔

تم کو اپنی انسانی صفات کا خیال کر کے تمام اقوام کا خیر خواہ ہونا چاہیئے اور تمام انسانوں سے محبت و خیر خواہی کا مرتبہ اور قومی تہیں اپنے مذہب کی ہمت اور گورنمنٹ کے منشاء کے ماتحت مناسب کوشش

سے حاصل ہو چکیگا۔ جیسا کہ ایک شفیق ماں کو اپنی اولاد سے محبت ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ ہماری عاقل و عادل گورنمنٹ بھی اپنی تمام رعایا کی بہتری و ترقی کے واسطے ہمیشہ خیال رکھتی اور کوشش کرتی رہتی ہے اور اس ہماری عادل و نیک گورنمنٹ کے ماتحت آہستہ آہستہ تمام اقوام ترقی کرتی جاتی ہیں اور تم کو اس بات کا یقین ہو جاوے گا۔ جب تم انصاف اور غور سے اس مضمون کو پڑھو گے۔

مذہب کس کو کہتے ہیں  
مذہب اس طریقہ یا راستہ کا نام ہے۔ جس پر عمل کرنا

کو دکھوں سے نجات ملے اور سکھ حاصل ہو۔ اور چونکہ انسان بالطبع ان ہی دو باتوں کا خواہاں ہے اصولاً ہدایت کی غرض و غایت بھی یہی ہونی چاہیئے اور جس طرح آدمی اپنے اصل کے لحاظ سے ایک ہے۔ مگر طبائع کے لحاظ سے انہیں اختلاف ہے۔ اسی طرح مذہب بھی اپنی اصل کے لحاظ سے ایک ہے۔ اور پھر اپنے پیروان کے مناسب حال انہیں کسی قدر اختلاف بھی ضروری ہے۔ مختلف مذہب ہونے کی وجہ سے عزیز و تم کو کہ آپس میں ایک دوسرے کا مخالف نہیں ہونا چاہیئے۔

اعتراض کس کو کہتے ہیں؟  
یاد رکھو کہ اعتراض کی جڑ نادانی ہے۔ اور اعتراض ہمیشہ کسی چیز کی اصلیت نہ جاننے کے باعث پیدا ہوتا ہے۔

مثلاً مشہور ہے کہ سوسیانیاں اگوست۔ کسی چیز کے جاننے والوں میں اس کے متعلق اختلاف نہیں ہوتا۔ اور جیسا کہ مشہور ہے۔ کہ رموز مملکت خویش خسروان دانند۔ اگر کوئی ایسا آدمی جس کے ابا و اجداد نے بھی کبھی ایک لمحہ کے واسطے خواب میں بھی نہ دیکھا ہو کہ حکومت اور مخلوق کی ذمہ داری کس جانور کا نام ہے اگر وہ بادشاہوں کے حال و احوال پر اعتراض کرے تو ضرور اس کی نادانی کا موجب ہو گا۔ مثلاً مشہور ہے کہ جس کا کام اسی کو سنبھالے اور اگر تو کھینکا باج

اگر ایک ایسا آدمی جو کسی کے کام سے بالکل ناواقف ہے ایک شخص کے افعال متعلق زراعت پر جو کہ فن زراعت کا ماہر ہے۔ اعتراض کرے۔ تو یقیناً اس کی ناواقفیت کا باعث ثابت ہو گا۔ اچکل اعتراض کر دینے کا مرض عام ہو رہا ہے۔ بلکہ بعض لوگ تو ایسے نیک و پاک لوگوں کے افعال پر بھی جن کو یقیناً ایک کثیر حصہ مخلوق نے اپنا برگزیدہ و پیشوا مان رکھا ہے۔ اعتراض کر کے نہیں شرفازہ حالانکہ ایسے لوگوں کو ان برگزیدہ پیشوایان کے متعلق وہ درجہ علم کا ہرگز حاصل نہیں ہے۔ جو کہ ان کی نسبت ان کے ماننے والوں کو ہے۔

ایسے لوگ خواہ واعظ ہوں یا لیکچرار جو کہ اپنے بنی نوع آدم کے ایک کثیر حصہ کی دل آزاری کا خیال نہیں کرتے خدا ان کو ہدایت دیوے۔ عزیز و! تم کو کبھی بزرگ یا معزز کے متعلق جن کو کہ ایک گروہ کثیر نے مضطرب بزرگ مان رکھا ہے زبان اعتراض نہیں کھولنا چاہیئے ایسے معترض اپنی جہالت سے ہماری عادل گورنمنٹ انگلیشیر پر بھی اعتراض کرتے پھرتے۔ اور لوگوں کو دبوکاتے ہیں۔ واضح ہو کہ جس طرح کسی یاغبان کو اپنے باغ کے پودوں کی پرورش اور حفاظت منظور ہوتی ہے۔ اسی طرح خداوند عالم کو بھی یہ منظور ہے۔ کہ اس کے بندے پُر امن زندگی بسر کریں۔ چنانچہ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو دیکھتا ہے کہ یہ میری مخلوق کا انتظام عدل و انصاف کے ساتھ قائم رکھ سکیں گے۔ ان کو اس خدمت کے واسطے منتخب کر لیتا ہے۔ اور اپنے بہت سے بندوں کے لئے تاج و تاج بنادیتا ہے۔ یہ لوگ جن کو خدا اس خدمت کے واسطے منتخب کرنا ہے۔ گو ظاہری طور پر اپنی ماتحت رعایا کے بادشاہ و حاکم ہوتے ہیں۔ لیکن دراصل بلحاظ اپنی خدمت و ذمہ داری کے اپنی رعایا کے بہترین ہدایت اور خدمت گزار بھی ہوتے ہیں یہ خدمت بہت بڑی ہماری ذمہ داری کی ہوتی ہے۔ اور اس کو برداشت کر لینا ہر کس و نا کس کا کام نہیں ہے۔

# قادیان میں کس قیام

دارالامان میں نووارد آتا ہے۔ تو ایک گاؤں میں کئی برس کام کرتے دیکھتا ہے۔ اور باوجودیکہ ایک مشین پر بس بھی ہے۔ پھر بھی بہت سا کام لاہور امرتسر بھیجا پڑتا ہے۔ ان حالات میں برس کے قیام کی داستان نہایت پر لطف ہو گئی۔ جس کے بھنے کے اہل مہر کے کرم پر سراج اتنی صاحب نفعانی ہی ہو سکتے ہیں۔ جو خدا کے مسح موعود کے پرکے صحابی ہیں۔ میری اس سہ ماہی آپ نے مندرجہ ذیل مسنون حوالہ رقم کیا ہے۔ جو بہت بخوبی سے پڑھا جائے گا۔ اب تاظرین اس حالت اور اس ترقی کا اندازہ لگائیں۔ اور اس پیشگوئی کا اقتدار دیکھتے ہوئے نئی کرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں۔ (الذی فیہ)

جب میں سلسلہ میں پہلے پہل حضرت اقدس راج محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو منجملہ اور باتوں کے برس کا بھی ذکر آگیا۔ فرمایا۔ میں ایک برس کی ضرورت تھی۔ اور میں کوئی شخص ایسا نہیں ملا۔ جو اس کا تجربہ کار ہو۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضور میں اس سے واقف ہوں۔ اور میں نے اس کی کاپی بھی ہے۔ اور تصحیح وغیرہ کا کام بھی کچھ کچھ کیا ہے۔ اور یہ جو کے چلچالنے میں ایک برس میں ہے۔ اس سے یہ سب کام بچا تھا۔ فرمایا پھر گرم کرنا پڑتا ہے۔ اگر وہ ٹوٹ جاوے تو بڑا حرج ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس پر بسین کو ٹھنڈی سیاہی یاد ہے۔ پھر گرم کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ دہلی میں یہی کام چھپنے کا کاپی نویسی کا دیکھا ہے۔ اور سنگ سازی کرنے کو بھی دیکھا ہے۔ اگر چند روز اس کی مداومت کی جاوے۔ تو بخوبی کام کر سکتا ہوں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس پر بسین کو بھی ایک خط لکھ دو۔ تاکہ وہ ٹھنڈی سیاہی کا نسخہ لکھ دے۔ چنانچہ آپ نے ایک کاغذ دیا۔ اور میں نے ایک اور شخص کے نام خط لکھا۔ اور میں

اس کے بعد سہ ماہی آیا۔ اور جے پور بھی آیا۔ خدا جا اس خط کا جواب حضرت کی خدمت میں آیا یا نہیں لیکن مجھ کو حضرت نے چند بار اس بارہ میں مخالفت گرامی لکھے۔ جے پور میں آنے سے معلوم ہوا کہ وہ پر بسین ایک تہی تھا وہ مر گیا ہے۔ میں نے حضرت کی خدمت میں ہی حال لکھ دیا۔ جب کو بارہ خدمت عالی میں تین چار مہینے کے بعد حاضر ہوا۔ تو پھر ذکر آیا اور فرمایا۔ اگر دو برس ہمارے پاس ہو جاویں تو بہت بہتر ہو۔ کیونکہ اصلی تو پختہ ہی ہے گویا دو توپ خانے ہمارے پاس ہو جاویں۔ اور مجھو اس بارہ میں تاکید کی اور فرمایا۔ ضرور اس کی تفتیش کرو۔ اور سیاہی بنانی کاپی نویسی کی خوب مشق کرو پھر میں چلا گیا۔ جب بھی حضرت کی خدمت عالی میں حاضر ہوتا۔ یہ ذکر ضرور فرماتے۔ جب میں بشیر اقل کے عقیدہ پر حاضر ہوا۔ کیونکہ آپ نے نامہ نامی اپنے ہاتھ سے لکھ کر تاکید فرمائی تھی تو چند سو دن سا شہر کے مجھ سے بچھڑ گئے۔ اور خط کو پسند فرمایا۔ بار بار فرمایا۔ تمہارا خط بہت ہی عمدہ اور پیارا ہے اور کاپی نویسی کے لائق ہے۔ تو آج تک جتنے خط میرے پاس آئے ہیں۔ ابھی تک ایسا خوبصورت نہیں آیا اسی طرح سے کئی بار حاضر ہوا۔ پھر میں سلسلہ مطابقت ۱۳۹۳ میں حاضر ہوا تو گناہ قادیان میں حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ اور شعبان کے آخر میں میں نے حضرت چاہی فرمایا تم تو جاتے ہو۔ اور اس ماہ رمضان میں عظیم الشان نشان خوف و کسوف کا ہونے والا ہے۔ ٹھیکہ۔ جو یہاں حاضر رہے گا۔ اس کے لئے خاص دعائیں کی جاوے گی پس میں ٹھہر گیا۔ اس درمیان میں پھر آپ نے برس کی آرزو ظاہر فرمائی۔ بعد خوف و کسوف پھر میں نے اجازت چاہی۔ اجازت نہیں دی۔ اب میں نے خود برس کا ذکر کرنا شروع کیا۔ کیونکہ اہتمام کتب کا میرے سپرد ہوا۔ اور اس سہ ماہی کے طبع کی زیادہ ضرورت محسوس ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ اب تو میں یہاں حضور

کی خدمت میں حاضر ہوں۔ برس ضرور ہونا چاہیے فرمایا کاپی کون لکھے گا۔ میں نے عرض کیا کہ میں لکھوں گا فرمایا کاپی لکھ لو گے تو چھاپے کون؟ پر بسین اور کلکٹس ہونے چاہئیں۔ میں نے عرض کیا کہ پر بسین میں خود ہی بنادوں گا۔ اور کلکٹس اور روٹیا اور کوئی رکھ لیا جاوے گا۔ دو ایک آدمی بخاکش احمدیوں میں سے باہر لے آئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم یہ کام کر لینگے۔ فرمایا اچھا اگر یہ بھی ہو گیا۔ تو سیاہی بھنے کی کون بناوگا اور چھاپنے کی سیاہی کون تیار کرے گا۔ میں نے عرض کیا کہ کاپی بھنے کی سیاہی تو کان پور یا دہلی سے منگالی جائے گی۔ اور چھاپنے کی سیاہی یہیں بنادے گی۔ مرزا اسماعیل نے عرض کیا کہ حضرت ہم ہر روز آپ کے اشتہارات کتابیں رسالے۔ لاہور۔ امرتسر بنا لیتے ہیں۔ اور ہم نے اس کام کو دیکھا ہے۔ میں خود یہ کام کروں گا۔ پھر فرمایا کہ پھر کہاں سے آئینگے۔ پر بسین کون بناوگا۔ میں نے عرض کیا کہ پھر تو قیمتاً سنئے ہیں سنگا لے جاوینگے۔ اور پر بسین بھی قیمت سے لایا جاوے گا۔ فرمایا اور ہے کا اچھا ہوتا ہے یا لکڑی کا۔ مرزا اسماعیل نے کہا کہ لکڑی کا اچھا ہے گا۔ تو جو کا اگر بکڑا جاوے گا تو یہاں بننا مرمت کرنا مشکل ہو گا۔ لکڑی کی مرمت ہو سکتی ہے۔ فرمایا اچھا یہ کام تو سب ہو گئے۔ انارٹی آدمی کے ہاتھ سے جیسے تم سب انارٹی ہو۔ پھر گرم کرنے میں یاد دہانی میں ٹوٹ جاوے۔ تو پھر کام کا ہرج ہو گا اور سنگا نا پڑے گا اور پھر ہی قیمتی چیز ہے۔ ہتھ نہا ہے کہ اگر ایک پتھر برس کا ٹوٹ جاوے تو مالک پر بس کو اتنا صدمہ اور غم ہوتا ہے کہ جیسے ایک زندہ دار کا میل مر گیا غرض اس طرح سے بائیں ہوتی رہیں۔ اور ہمارے نا تجربہ کاروں کے کاموں پر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہنستے رہتے۔ پھر فرمایا کہ بعض وقت پتھر پر الٹا لکھنا پڑتا ہے وہ کون لکھے گا۔ اور تصحیح کس طرح ہوگی۔ میں نے عرض کیا کہ جب کاپی لکھی تو الٹا پتھر بھی لکھ لیا جاوے گا۔ گو وقت سہی۔ اور تصحیح کر سنے

مصحح کوینے دہلی میں دیکھا ہے۔ کہ کاغذ یعنی پروت  
ہاتھ میں لے کر جو سیدھا ہوتا ہے۔ دیکھ دیکھ کر صبح کرتا  
تھا۔ تب حضرت اقدس نے اس بات کو مانا۔ اور بہت خوش  
ہوئے۔ اور فرمایا۔ اب یقین ہے کہ اس کام کو کر دے گے  
پریس کے ساتھ بخار کی بھی ضرورت ہے۔ یہی عرض  
کیا کہ گلاب بڑا ہوشیار ہے۔ وہ درست کر دے گا  
اس کے بعد پھر ذکر میں ہی کرتا رہا۔ لیکن حضرت ہماری  
نا تجربہ کاری سے گھبراتے رہے۔ مولوی عبد الکیم  
صاحب مرحوم سیالکوٹی اور منشی غلام قادر صاحب  
سیالکوٹی آگئے۔ ان کے سامنے پھر بیٹھ کر چھٹرا۔  
منشی غلام قادر صاحب میری تائید میں آئے۔ اور  
مولوی صاحب حضرت اقدس کی طرف ہو گئے۔ بہت  
کچھ باتیں پریس کے متعلق ہوئیں۔ منشی صاحب نے  
میری ساری باتیں سن کر کہا کہ میر صاحب خوب اس کام  
کو کر لینگے۔ میں دو پریس جو بی بیچوں گا۔ اور  
فی الحال چار پتھر بھیجوں گا۔ کام چل جائے گا  
میں نے کہا منشی صاحب ضرور ہی پریس اور پتھر بھیجیں  
لیکن حضرت نے ایک بار فرما کر بھیج دینا پھر نہیں فرمایا  
پس منشی صاحب نے دو پریس ریل میں بھیج دیے۔ میں  
بٹالہ جا کر چھکڑے میں خوشی خوشی لے آیا۔ حضرت  
اقدس باہر تشریف لائے۔ اور پریس کو دیکھ کر گھبرا  
گئے اور فرمایا۔ صاحبزادہ صاحب یہ کس طرح کھڑا ہو گا  
پھر آپ نے اندر نماں مکان میں کھڑا دیا۔ اس پر  
چار مہینے گزر گئے۔ اور میں بار بار ذکر کیا۔ اور  
حضرت کو ہر روز تنگ کرنا شروع کیا۔ میں ذرا بے  
تحلف اور گستاخ بھی ہو گیا تھا۔ آپ بار بار اس کی نسبت  
مشکلات بیان فرماتے رہے۔ ایک روز میں بہت  
ہی زور دیا۔ اور مرزا اسماعیل اور دو ایک آدمیوں  
نے عرض کیا۔ تو آپ نے گلاب بڑھائی کو بلوایا اور فرمایا  
تم اس کو کھڑا کر دو گے۔ اس نے حضرت میں خوب کھڑا  
روں گا۔ ہم کار بگر ہیں ہمارے نزدیک کیا دشوار  
آب آب خوش ہوئے اور پریس باہر نکلوایا۔ اور اس  
بڑھائی سے اپنے سامنے کھڑا کر آیا اور آپ کھڑے

ہو کر دیکھتے رہے۔ پھر عرض کیا کہ مرزا اسماعیل کو  
پرسمین بنا دیں۔ آپ نے اس بات کو منظور نہیں کیا۔  
مولوی عبد الکیم صاحب اس روز میری طرف اور  
میری تائید میں ہو گئے۔ پھر منشی صاحب بھی آگئے۔ مجھ  
ایک کتاب صوفیہ کے مباحثہ کی جلوہ جلال چھپوانی  
تھی۔ ایک پرسمین امرتسر سے بلوایا وہ چھاپتا رہا  
آہستہ آہستہ مرزا اسماعیل کو بھی یہ کام تعلیم کرتا رہا پھر  
یہ کام چل نکلا۔ ایک پتھر ٹوٹ گیا تو پھر اس پر لپے کا  
پترا کر دھڑا کر جوڑ لیا۔ پھر اور پتھر بھی حضرت اقدس  
نے منگوادے۔ آپ بار بار فرماتے رہے کہ اب ہمارے  
پاس دو تو پنجانے ہو گئے ہیں۔ اب ہم دنیا کو مار لینگے  
انشاء اللہ تعالیٰ

## حضرت عیسیٰ عیسیٰ کے سونچ مری

میں اس وقت جو مضمون لکھنے لگا ہوں وہ جناب منشی  
محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹی امام مسجد نور قادیان  
کے بیان کے مطابق ہے۔ منشی صاحب حضرت  
مولانا عبد الکیم صاحبی رحمہ اللہ کے بھوپتی اور بھائی اور  
حضرت اقدس کے بھوپتی اور بھائی میں سے ہیں۔ میں اس  
سلسلہ مضامین کی ابتدا اس سرزمین کے ایک واقعہ سے  
شروع کرتا ہوں۔ جس کے متعلق حضرت اقدس فرماتے  
ہیں۔

”مجھے اس زمین سے ایسی ہی محبت تھی جیسا کہ  
قادیان سے۔ کیونکہ میں اہل اہل زمانہ کی عمریں  
سے ایک حصہ اس میں گزار چکا ہوں اور اس آہ  
کی لگیوں میں بہت سا پھر چکا ہوں“  
حضرت اقدس بیچ اہل و عیال ۲۲ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو لاہور  
سے ہوتے ہوئے سیالکوٹ میں تشریف لے گئے اور  
جب اسٹیشن سے چلے تو لوگ بازاروں میں حضور کو

لے ایک سیالکوٹ صفحہ ۵۲

دیکھنے کے لئے دور دورہ کھڑے تھے۔ اور جس گڑی میں  
سوار تھے۔ اس کے کمرے کچھ پر ایک انٹیکٹر بولس بٹھا  
تھا۔ اور ایک آنریری مجسٹریٹ کھڑا لٹے آگے آگے  
چلا جا رہا تھا۔ اور وہاں حضرت میر حامد الدین صاحب  
والد حضرت میر حامد شاہ صاحب کے مکان پر فزوش ہو کر  
حضور مکان کے بالائی حصہ پر ٹہرے تھے۔ وہاں  
کے بعض مخالف لوگوں نے یہ دیکھنے کے لئے کہ مرزا صاحب  
اپنے مکان میں کیا کرتے ہیں اپنے اپنے مکانوں کی جھپوں  
پر چڑھ کر اور نظر دوڑانی شروع کی۔ میر صاحب کے مکان  
کے ارد گرد خشتی پردے بنے ہوئے تھے۔ لیکن ان کے  
بعض حصے ایسے تھے کہ باہر سے کھڑے ہو کر دیکھنے سے  
اندروں کچھ ہو رہا ہو۔ نظر آ سکتا تھا۔ وہ خدا جانے کس نیت  
سے دیکھنے لگے تھے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا تو ان کو  
نظر آیا کہ صحن کے دونوں طرف دو دوائیں رکھی ہیں۔ اور  
حضرت مرزا صاحب کے ایک ہاتھ میں قلم اور دوسرے  
میں کاغذ ہے۔ آپ مکان میں ادھر سے ادھر۔ ادھر سے  
ادھر پھر رہے ہیں۔ اور لکھتے چلے جاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر  
ان کی بدگمانیاں دور ہوئیں اور شرمندہ ہوئے۔  
یاد رکھنا چاہیے۔ کہ حضور کا یہی طریق کھڑے لکھنے کا تھا  
اور اس کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں تو بیٹھ کر لکھ رہا  
سکتا۔ اور خیال کرتا ہوں کہ جو مضمون بیٹھ کر لکھے جاتے  
ہیں وہ بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ لیکن ہم چلتے پھرتے مضمون  
لکھتے ہیں۔ اس لئے ہمارے مضمون بھی اپنا کام کرنے  
کے لئے مستعد ہوتے ہیں۔ اور جلد جلد خدا کے فضل سے  
دلوں پر اثر کرتے ہیں +

جب حضور لاہور میں تشریف فرما تھے تو مولوی اور  
مولویوں کے دست و بازو جعفر زلمی وغیرہ حضور کے  
خلاف سب دشمن سے کام لیتے۔ اور لوگوں کو فرسم  
کے فساد پر آمادہ کرتے رہے تھے۔ جب حضور سیالکوٹ  
میں تشریف لے گئے۔ تو یہ جو خدا کے سچ کو آزار دہی  
کے لئے وہاں بھی پہنچا۔

حضور جس مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے وہاں اس کے

بچے سے ایک گلی گزرتی ہے۔ ایک دشمن ہی بازار میں  
جہاں سے وہ گلی شروع ہوتی ہے۔ وہاں گیا اور عین  
اس گلی کے سرے پر جس گلی کے اندر میر صاحب کے  
مکان پر حضرت مسیح موعود پھڑے ہوئے تھے پہنچا  
اور وہاں کھڑے ہو کر حضور کو گالیاں دینے لگا  
گیا۔ ایک لڑکھو اس گلی پر کھڑا تھا۔ جب اس  
نے گالیاں سنیں۔ تو اس نے اس کو ڈانٹا۔ پولیس  
کا آدمی آیا۔ اور اس نے کہا کہ یہاں سے چل جاؤ  
تم کیوں ان کے مکان پر آکر گالیاں دیتے ہو۔

حضور کے وہاں قیام کے دوران میں پیر صاحب علی  
شاہ وغیرہ لوگوں نے عوام میں حضور کے خلاف بہت  
جوش بھیلادیا۔ اور فتویٰ دیا کہ جو مرزاؤں کا وعظ  
سنیگا۔ اس کا کھج ٹوٹ جاویگا۔ اور جہنم حضرت  
اقدس کا وہاں پر لپکھ رہا تھا۔ پیر مذکور نے اپنے مریدوں  
کو بڑے زور سے روکا۔ اور ہر طرف آدمی کھڑے  
کرادئے۔ کہ وہ اہل توہم شخص کو حضرت صاحب کے  
لیکچر پر جانے سے روکتے تھے۔ ورنہ پیر جی کے مریدوں  
کو تو آدھ قدم نہ بڑھانے دیتے تھے۔ ان تمام  
پابندیوں کے باوجود لوگ اس کثرت سے گئے۔  
کہ لیکچر گاہ پر ہو گئی۔ اور پیر صاحب کا تعلیم یافتہ  
مرید بھی گیا۔ اور دیوار بھانڈ کر اور روکنے والوں  
کی نظروں سے بچ کر گیا۔ منشی صاحب فرماتے  
ہیں کہ اس نے مجھے آکر کہا کہ اگرچہ پیر صاحب نے تو  
بہت روکا۔ لیکن میں وہاں پہنچ ہی گیا۔ بات تو  
یہ ہے۔ کہ اس لیکچر کو سننے کے بعد میں یہ کہتا ہوں  
کہ پیر صاحب کے پاس جانا اور بیٹھنا تو دقت کو  
ضائع کرنا ہے۔ اور وہ لڑکھو ان نہ صرف یہ کہ خود  
ہی پیر صاحب کا مرید تھا۔ بلکہ قریباً سارا اس کا  
خانہ ان بھی پیر صاحب کے حلقہ مریدان میں شامل تھا  
جب حضور وہاں سے واپس ہونے لگے۔ تو کچھ  
قریب پیر صاحب نے لوگوں کو جوش دلایا ہوا تھا۔  
ان سے بڑھ کر ایک حافظ سلطان نام شخص نے

اپنے ارد گرد کے لوگوں میں جوش بھلا۔ اور انکو  
آوادہ کیا کہ وہ حضرت صاحب پر راکھ ڈالیں اور  
پتھر پھینکیں۔ جب حضور وہاں سے چلنے لگے  
تو جس گاڑی پر حضور سوار تھے۔ وہ بندھتی تاہم  
اچڑی جنہیں منشی صاحب خود بھی تھے گاڑی کے  
ساتھ ہوئے۔ کہ اپنی حفاظت میں گاڑی کو رکھیں  
لوگوں نے جوائنٹ پتھر اور راکھ لئے کھڑے تھے  
اور گالیاں دے رہے تھے۔ یہ خیال کیا کہ اچڑی  
ہیں دھوکہ دیتے ہیں۔ مرزا صاحب اس گاڑی میں  
نہیں۔ جس کے ساتھ یہ اچڑی جا رہے ہیں۔ بلکہ  
پچھلی گاڑی میں ہیں۔ پچھلی گاڑی میں مسنورات  
تھیں۔ اس خیال سے انھوں نے اینٹ پتھر اور  
راکھ کی بارش اس گاڑی پر نہیں کی۔ جس میں کہ حضرت  
اقدس تھے۔ بلکہ پچھلی گاڑی پر خاک دھول ڈالتے  
اور اینٹ پتھر مارتے تھے۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے  
فضل سے ہا من حضرت اقدس سٹیشن پر پہنچے۔

منشی صاحب فرماتے ہیں کہ جب حضرت اقدس کو  
ہم لوگ ریل میں سوار کرچکے۔ تو چونکہ مجھ کو مدرسہ میں  
اپنی ڈیوٹی پر جانا تھا۔ اس لئے قبل اس کے کہ حضرت  
کی گاڑی روانہ ہو۔ میں اسٹیشن سے واپس ہو گیا۔  
اس وقت سینے دیکھا کہ ایک طرف ریل کی سڑک کے  
قریب احاطہ ریل کے اندر دو کنجیاں بیٹھی باتیں کر  
رہی تھیں۔ جب میں ان کے قریب پہنچا تو میں نے  
سنا۔ کہ انہیں سے ایک نے دوسری سے کہا۔ کہ  
کاش مجھے موقع مل جائے۔ اتنا کہہ کر اس  
نے توقف کیا۔ اس خاموشی پر مجھ کو خیال آیا کہ اس کے  
دل میں بھی کیا شوق ہے۔ کہ اتنے میں پھر اسنے کہا کہ  
اگر مجھے قادیان جانا موقع مل جائے۔ جاتے ہی اس کو  
نہر دے دوں۔ اور اس کی زندگی کا خاتمہ کر دوں  
منشی صاحب کہتے ہیں کہ مجھ کو اس کے اس جوش پر  
سخت تعجب و حیرت ہوئی۔ کہ خود جس کی یہ حالت  
ہے۔ اس کو بھی خدا کے نبی سے بغض ہے۔ میں

کہتا ہوں کہ اس کنجی کا یہ کہنا کوئی تعجب کی بات  
نہیں۔ ایک یہودی نے بھی خدا کے نبی اور نبیوں  
کے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دینے  
میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ مگر خدا نے آپ کو بچا  
لیا۔ یہ کہہ ہی اس کا دعدہ تھا۔  
ہاں اس واقعہ نے حضرت اقدس کی صداقت کی  
ایک اور دلیل بھی ہمارے سامنے رکھ دی۔ جو  
قرآن کریم نے یوں پیش کی ہے۔ وکذالک جعلنا  
لکلی نبی عذراً من المجرمین۔ کہ ہر نبی تمام  
نبیوں کا مجرموں اور شریروں کو دشمن بنا دیا ہے  
پس اس معیار سے بھی ثابت ہوا۔ کہ آپ خدا کے  
نبی ہیں۔ اور صفت انبیاء میں ایک ممتاز مقام پر  
کھڑے ہیں۔ کیونکہ شیطان کی ذریت بھی حضرت مسیح  
موعود کو نقصان پہنچانا ہر ہی فرض جانتی تھی۔ اور  
یقین رکھتی تھی۔ کہ وہ اس طرح ایک کار نصاب کا  
کر لگی

مہر محمد خان شہاب احمدی نائب مدیر الفضل

## نمازہ بشارت ایک اور نو مسلمہ

احمد شہزاد احمد شہزاد کہ ایک اور انگریزی خاتون مولانا  
مفتی محمد صادق صاحب کے ہاتھ پر دین اسلام قبول کیا  
حضرت نے اس کا نام نور مجتبیٰ کیا ہے۔ پہلا انگریز  
نام مس پا کر ہے۔ اسکی درخواست بیعت بحضور حضرت  
خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ شرف قبولیت بھیج گئی ہے  
پچھلے ایست دار کو مفتی صاحب کا لیکچر لندن میں  
اسلامی نامہ کی خوبوں پر ہوا۔ اس سے پہلے ایوارڈ کو م  
جناب قاضی عبداللہ صاحب بی۔ اے کا لیکچر ناندر  
میں ہوا تھا۔

عبداللہ علی عرب (مولوی فاضل)  
از لندن۔ مہر اپریل ۱۹۱۳ء

# خواجہ صاحب کا خیر مقدم

جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے ہو

ناظرین کرام کو یاد ہو گا کہ خواجہ کمال الدین صاحب (جو انڈیا میں آگئے ہیں) نے بڑے دعوے کے ساتھ یا لکھوٹ میں کہا کہ احمدی پیشگوئی (حضرت مرزا غلام احمد صاحب اسو اسے نہیں ہو سکتا کہ اس پیشگوئی کے صحیح مصداق کہنے لے قرآن کریم میں آیا ہے۔ قلما جاءهم بالنبأ قالوا هذا سحر فامبین یعنی اسے ساحر کہا جائیگا چونکہ (حضرت) مرزا صاحب کو ساحر نہیں کہا گیا اسلئے آپ اس پیشگوئی کے مصداق نہیں بن سکتے۔

اب پیغام بدنگش کا ارگن پیغام صلح اپنے نمبر ۱۱۱ میں حضرت اقدس کی سند جہ ذیل دائری چھاپا ہے۔۔۔ خان عجب خان صاحب حضور جادو گر کہلا نا قدیم سنت ہے۔۔۔

والد سے کہا کہ اس کو منع کرو۔۔۔ یعنی انکو ہی جواب دیا کہ میں جس صداقت کو دیکھ لیا ہے۔ اور خدا کے فضل سے سمجھ لیا ہے۔ اب اسے سچائی سمجھ کر میں کیونکر جھوٹ سکتا ہوں۔ اگر اب جھوڑوں تو مجھ سے بڑھ کر خطا کار اور زیاں کار کون ہو گا۔ کیونکہ مجھے برجستہ پوری ہو چکی ہے۔

اس پر انہوں نے اور تو کچھ نہ کہا صرف یہ کہہ کر لیاں دیا کہ وہ جادو گر ہے۔ فرمایا۔ جادو گر کہلا نا قدیم سے انبیاء علیہم السلام کی سنت ملی آتی ہے ہم کو اگر کسی نے جادو گر کہا۔ تو اسی سنت کو پورا کیا۔ امید ہے کہ اس حوالہ کو پڑھ کر خواجہ صاحب اور اس کے ہم نوا فارم نہ ہونگے۔ جس بات کا انکار کیا تھا۔ خود اپنی اخبار میں اس کا اقرار کر لیا۔ امید ہے کہ اس فقرے پر بھی ذرا غور کریں گے کہ جادو گر کہلا نا قدیم سے سنت

انبیاء علیہم السلام ہے۔ پھر کیا حضرت صاحب نبی ہوئے؟ اور اپنے آپ کو انبیاء میں سے نہیں سمجھتے تھے؟ ضرور سمجھتے تھے۔ اور تھے۔

## الفقیہ جواب دہ

الہندت جماعت کے لئے مہدی موعود ہونیکا دعویٰ

اخبار الفقیہ امرتسر جہ نہایت گستاخی سے حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام پر حملہ کرتا رہتا ہے نہایت ہی ردی اور گہے ہوئے مضامین ہونے کی وجہ سے اخباروں کوئی خاص توجہ اس پر نہیں کی کیونکہ ہر سنیہ و نادان کی جانب توجہ کی جائے تو وہ خیال کر بیٹھا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ کچھ ضروری نہیں کہ ہم ایسے فتنہ اندازوں کی گوشمالی کریں۔ جن کی حالت یہ ہے

اور وہ یحییٰ بن یوشی بنو قہصر یا یذہب کے مصداق بنکر اپنی گوشمالی آپ کر رہے ہیں جن منتر افراد کا نام انہوں نے اہل سنت و اجماع رکھا ہے وہ خود ایک دوسر کی رد و کد اور ایک دوسرے کی تصفیق و تضلیل ضرورت سے زیادہ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ الفقیہ میں بار بار ایسے مسائل اور مضامین شائع کئے جاتے ہیں جو کچھ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کی تائید میں ہوتے ہیں اور انہیں ایسے بخیال حضرات کی تردید میں ہوتے ہیں جو مولوی مذکور سے بعض سال میں مختلفہ میں مثلاً حضرات بریلوی جنکو مولوی احمد رضا خان صاحب نے سدا اذان میں کفر کے گھاٹ پہنچا دیا تھا۔ حالانکہ حضرات بریلوی بڑے بڑے احسانات مولوی مذکور پر تھے وہ سب انوش کر دئے۔ حتیٰ کہ بریلوی نے اپنی کامیابی کا مقصد خوب چلا اور خوب تقبیح اوقات کی گئی اب بریلوی واسے مولوی احمد رضا خان صاحب کا ذکر کرنا گوارا نہیں کرتے اپنی صورت سے بیزار ہیں۔ بلکہ بریلوی دالوں میں سے بعض حضرات یہ شعر پڑھتے ہوئے۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا (یعنی خصوصاً مولوی احمد رضا لیکن الفقیہ میں ایسے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں جو یا ہم منافرت کو مضبوط مستحکم کرنے کا ایک بردست آلہ ہیں چنانچہ ۲۰ مارچ کے الفقیہ میں ہماری دوست محمد میاں نارہروی کا ایک مضمون نا سید احمد رضا خان میں مسئلہ اذان پر شائع ہوا ہے مارا چرازیں قصہ کہ گاؤ آندو خورفت

ہیں اسوقت الفقیہ کے ایک معاون کی ایک دعا پر کچھ کہنا ہے معاون نامہ نگار کا نام محمد جو جان ہے اور وہ اپنے کو احمدی کی گلی کا ساگ لکھتا ہے ہر حال وہ کچھ بھی ہو۔ اسوقت ہم

ایڈیٹر الفقیہ کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ ۲۰ مارچ کا الفقیہ دیکھے اور اس کے صفحہ ۱۱ کا کلام اول

سطر ۱۶ لکھتے ہیں۔ جسکی عبارت یہ ہے۔۔۔ ”مولا تعالیٰ الفقیہ کو عمر خضر عطا کرے اور اہل سنت جماعت کے مہدی موعود گردانے۔“ اب سوال یہ ہے کہ کیا الہندت کے لئے مہدی موعود کوئی اخبار ہو گا کوئی آدمی نہیں ہو گا۔ اور کیا ”مہدی موعود“ جو اخبار کو بنانے کی دعا کی جاتی ہے یہ غلط نہیں اور کیا ایسی غلط اور بے حسنی دعا کرنا جائز ہے۔ کیا اس دعا سے یہ مقصود تو نہیں کہ آپ کے فریضہ خونی مہدی کا کام الفقیہ یا اس کا ایڈیٹر کرے جہاں کی تحریک کرے اور ملک میں تلوار چلانے کے لئے کوشش کرے آخر اس نامعقول جملہ کا کیا مطلب ہے۔

تمثیل آریں کے اخبار سنیہ دہرم پر چار کسے میرے ایک مضمون پر بریلوی کو کہتے ہوئے لکھا کہ قرآن شریف میں ہے کہ ”قیامت میں خدا اور فرشتے رحوں کو باندھ کر لاوینگے“ میں نے ایڈیٹر سنیہ دہرم پر چارک سے مطالبہ کیا کہ وہ بتائے کہ کہاں اور کس آیت قرآن میں یہ بات آئی ہے۔ اس مطالبہ کے جواب میں سنیہ دہرم پر چارک۔ ارشی لکھتا ہے کہ یہ بروٹ دیڈ کی غلطی سے لکھا گیا تھا سو اس طرح الفقیہ ہی اپنی اس غلطی کو جو اخبار کو مہدی موعود بنانا کی دعا کی گئی ہے شاید خوب بروٹ دیڈ کے ذمہ لگا دے لیکن غالباً الفقیہ کا بروٹ دیڈ بھی حضرت ایڈیٹر ہی ہونگے ہر حال ایڈیٹر الفقیہ ہمارے چیلنج کو پڑھے اور جواب بن